فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۲۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): اونٹ کے اصطبل میں نماز کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اونٹ کی فطرت میں وحشت ہے، وہ انسان پر حملہ کر سکتا ہے، اس لیے اونٹ کے اصطبل میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا۔

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا میں بکری کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اس نے پوچھا: میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: جی ہاں! اس نے پوچھا: کیا میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں!، اس نے پوچھا: کیا میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔''

(صحیح مسلم: 360، المنتقی لابن الجارود: 25)

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا: میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: نہیں، اس نے پوچھا: کیا میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ فرمایا: جی ہاں!، پوچھا: کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: جی ہاں!، پوچھا: کیا میں ان کا گوشت کھا

کر وضو کروں؟ فرمایا: نہیں۔

(مسند الإمام أحمد : 288/4، سنن أبي داوٗد : 184، سنن التّرمذي :81، سنن ابن ماجه : 494، السّنن الکبرٰی للبیهقي :159/1، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (سنن التّرمذي، تحت حدیث :۸۱) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۲)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۱۲۸) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۲۶) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): اونٹ کی زکوٰۃ کیا ہے؟

(جواب): کم سے کم پانچ اونٹوں پر زکوٰۃ ہے۔ اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں، تفصیل احادیث میں بیان ہوئی ہے۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَّلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَّلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ .

''پانچ اوقیہ (چاندی)، پانچ وسق (غلہ) اور پانچ اونٹوں سے کم مقدار پر صدقہ (زکوٰۃ) فرض نہیں ہے۔''

(صحیح البخاري : 1447، صحیح مسلم : 979)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بحرین بھیجا، تو یہ خط لکھ کر دیا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ زکوٰۃ کا فریضہ ہے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسلمانوں پر فرض کیا ہے، جس مسلمان سے اس میں مذکور نصاب کے

مطابق زکوٰۃ کا مطالبہ کیا جائے، تو وہ ادا کرے اور جس سے اس نصاب سے زائد مطالبہ کیا جائے، تو وہ صاف انکار کردے۔ چوبیس سے کم اونٹوں کی زکوٰۃ بکریوں کی شکل میں ہوگی، یعنی ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہوگی، جب اونٹ پچیس ہو جائیں، تو پھر پینتیس تک ان کی زکوٰۃ ایک بنت مخاض (ایک سال کی اونٹنی) ہوگی، اگر بنت مخاض میسر نہ ہو، تو ایک ابن لبون (دوسالہ نر اونٹ) ہے، چھتیس سے پینتالیس تک ایک بنت لبون (دوسالہ اونٹنی) ہے، چھیالیس سے ساٹھ تک حِقّہ (تین سالہ اونٹنی) ہے، جو اونٹ کی جفتی کے قابل ہو، اکسٹھ سے پچھتر تک جذعہ (چار سالہ اونٹنی) ہے، چھہتر سے نوے تک دو بنت لبون ہیں، اکانوے سے ایک سوبیس تک دو حقے ہیں جو اونٹ کی جفتی کے قابل ہوں، جب اونٹ ایک سوبیس سے بڑھ جائیں تو پھر ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ ہے، اگر فریضہ زکوٰۃ (کی ادائیگی) میں اونٹوں کی عمریں مختلف ہوں، مثلاً کسی کے ذمے اونٹوں کی زکوٰۃ میں جذعہ واجب ہے، لیکن اس کے پاس جذعہ نہیں بل کہ حقہ ہے تو اس سے حقہ قبول کرلیا جائے گا اور ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم لیے جائیں گے، اگر کسی کے ذمے حقہ ہے لیکن اس کے پاس حقہ نہیں بل کہ جذعہ ہے تو وہ جذعہ ہی اس سے قبول کرلیا جائیگا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے اسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ حقہ ہے اور وہ اس کے پاس نہیں ہے، بل کہ اس کے پاس بنت لبون ہے، تو وہ اس سے قبول کرلی جائے گی نیز وہ دو بکریاں یا بیس درہم بھی ساتھ دے گا، اگر کسی کے ذمے بنت لبون ہے،

لیکن اس کے پاس بنت لبون نہیں، بل کہ حقہ ہے، تو وہ حقہ ہی اس سے قبول کرلیا جائے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے اسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کرے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے ذمہ بنت لبون ہے اور وہ اس کے پاس نہیں ہے بل کہ اس کے پاس بنت مخاض ہے تو وہ اس سے قبول کر لی جائے گی نیز وہ دو بکریاں یا بیس درہم بھی ساتھ دے گا، اگر کسی کے ذمے بنت مخاض ہے، لیکن اس کے پاس بنت مخاض نہیں، بل کہ بنت لبون ہے، تو وہ بنت لبون ہی اس سے قبول کرلیا جائے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے اسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کرے گا۔ اگر کسی کے پاس بنت مخاض نہ ہو، بل کہ ابن لبون (دو سالہ نر اونٹ) ہو تو اس سے صرف یہی قبول کیا جائے گا ساتھ کچھ نہ لیا جائے گا۔ اگر کسی کے پاس صرف چار اونٹ ہیں، تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ اگر اس کا مالک اپنی مرضی سے نفلی صدقہ کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے، اگر پانچ اونٹ ہوں، تو ایک بکری واجب ہے۔ بکریوں کی زکوٰۃ یوں ہے کہ چالیس سے لے کر ایک سو بیس چرنے والی بکریوں پر ایک بکری واجب ہے، ایک سو بیس سے بڑھ جائیں، تو دو سو تک دو بکریاں واجب ہیں، دو سو سے بڑھ جائیں، تو تین سو تک تین بکریاں واجب ہیں، جب تین سو سے بھی بڑھ جائیں تو پھر ہر سو پر ایک بکری واجب ہے، بوڑھی یا عیب دار بکری زکوٰۃ میں قبول نہیں کی جائے گی، نہ ہی بکرا قبول کیا جائے گا، ہاں اگر زکوٰۃ وصول کرنے والے کی مرضی ہو تو ٹھیک ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے ڈر سے الگ الگ چرنے والی بکریوں کو اکٹھا کیا جائے نہ اکٹھی چرنے والیوں کو الگ الگ کیا جائے اور

جو جانور دو آدمیوں کے مشترکہ ہوں تو وہ مساوی طور پر زکوٰۃ کا حصہ نکالیں گے، اگر کسی شخص کی چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہو، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اگر مالک دینا چاہے تو اس کی مرضی۔ چاندی میں چالیسواں حصہ واجب ہے، اگر کسی کے پاس ایک سونوے درہم ہوں، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اگر مالک دینا چاہے، تو اس کی مرضی۔''

(صحيح البخاري : 1448-1450-1455، المنتقى لابن الجارود : 342)

❀ بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''چالیس چرنے والے اونٹوں پر بنت لبون ہے، اونٹوں کو ان کی جگہ سے نہ ہٹائیں (ان میں تفریق نہ کریں)، جو حصول اجر کی نیت سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے، اسے اجر ملے گا اور جو شخص زکوٰۃ نہیں دے گا، ہم اس کی زکوٰۃ کے ساتھ آدھا مال بھی لے لیں گے، یہ تو ہمارے رب کی طرف سے مقرر کردہ حصے ہیں اور ان (صدقات) میں سے آل محمد (ﷺ) کے لیے کچھ بھی جائز نہیں ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 5/2-4، سنن أبي داوٗد : 1575، سنن النّسائي : 2446، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۶۶)، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۳۴۱) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۳۹۸) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: کیا بیٹے کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے؟

جواب: بیٹا جب تک نابالغ ہے، اس کا نان ونفقہ باپ کے ذمہ ہے، اس کی تمام تر

بنیادی ضروریات کو پورا کرنا باپ کا فریضہ ہے۔

(سوال): اگر بیٹا باپ کے مال میں سے چوری کر لے، تو کیا اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟

(جواب): اگر چوری کا مال نصاب کو پہنچ جائے، یعنی چوری کی مقدار ربع دینار کے برابر یا اس سے زائد ہو، تو ہاتھ کاٹا جائے گا، اس حوالے سے بیٹے کے متعلق کوئی خصوصی حکم شریعت میں بیان نہیں ہوا۔ لہٰذا بیٹا بالغ ہو، تو چوری پر اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا، واللہ اعلم!

(سوال): کیا بیٹے کی باپ کے حق میں گواہی قبول ہے؟

(جواب): جمہور اہل علم کے مطابق بیٹے کی باپ کے حق میں اور باپ کی بیٹے کے حق میں گواہی معتبر نہیں۔

(سوال): کیا اولاد میں مساوات ضروری ہے؟

(جواب): اولاد کی مساوی مالی واخلاقی معاونت کی ہے، اولاد میں سے بعض کو نوازنا اور بعض کو ترک کر دینا ظلم ہے۔

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میرے والد بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تاکہ ان تحائف پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنائیں، جو انہوں نے مجھے دیے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ نے اپنے تمام بیٹوں کو یہ تحائف دیے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! فرمایا: ''تو پھر یہ بھی واپس لے لیں۔''

(صحيح البخاري: 2586، صحيح مسلم: 1623)

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میرے والد مجھے اٹھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

اس تحفے پر گواہ بنائیں جوانہوں نے مجھے دیا تھا،انہوں نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے نعمان کو یہ غلام تحفہ دیا ہے آپ اس پر گواہ رہنا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا آپ نے اپنی تمام اولاد کو اس طرح کا تحفہ دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا آپ کو اچھا لگتا ہے کہ یہ سب آپ کے ساتھ برابر حسن سلوک کریں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: پھر کسی اور کو اس پر گواہ بنالیں۔''

(صحيح البخاري : 2587، صحيح مسلم : 1623)

(سوال): متبنیٰ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شروع اسلام تک عربوں میں رائج تھا کہ کسی کا بیٹا لے کر پالتے تھے اور وہ ان کا حقیقی بیٹا بن جاتا تھا، جو پالنے والے کی طرف منسوب ہو جاتا تھا، ان کا وارث بنتا تھا، الغرض وہ جگہ حاصل کر لیتا تھا، جو ایک حقیقی صلبی بیٹے کی ہوتی تھی۔ اسلام نے نسب کی حفاظت کے لیے اس سے منع کر دیا اور حقیقی باپ کی طرف نسبت کرنے کا حکم دیا۔ اب اسلام میں بیٹا یا بیٹی لے کر پالنا تو جائز ہے، مگر وہ کبھی بھی ان کی حقیقی اولاد نہیں بن سکتی، وراثت میں شریک نہیں، خود کو پالنے والوں کی طرف منسوب نہیں کر سکتی، وغیرہ۔

شروع میں نبی کریم ﷺ نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو متبنیٰ بنایا تھا اور انہیں زید بن محمد کہا جاتا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کر دیا اور حقیقی باپ کی طرف منسوب کرنے کا حکم دیا گیا، تو انہیں زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔

لہٰذا بچہ لے کر پالنا جائز ہے، مگر اس پر حقیقی بیٹے یا بیٹی کے احکام جاری کرنا جائز نہیں۔

(سوال): کیا پوتے سے نکاح جائز ہے؟

(جواب): نکاح اور پردہ میں جو حکم بیٹے کا ہے، وہی بیٹے کے بیٹے یعنی پوتے کا ہے، پودے سے نکاح جائز نہیں اور اس سے پردہ بھی نہیں۔

(سوال): نکاح کے وقت اگر مہر کی مقدار مبہم ہو، تو کتنا مہر واجب ہوگا؟

(جواب): اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا، یعنی وہ مہر ہے، جو دلہن کی بہنوں اور دادھیالی خاندان کی عورتوں کو دیا گیا ہو۔

(سوال): انگلی کی دیت کتنی ہے؟

(جواب): ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دِيَةُ الْأَصَابِعِ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءٌ، فِي كُلِّ إِصْبُعٍ عَشْرٌ مِّنَ الْإِبِلِ .

''ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کی دیت برابر ہے اور ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔''

(سنن أبي داوٗد: 4561، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۱۳۹۱) نے ''حسن صحیح غریب''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۰۱۲) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۸۰) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِي الْأَصَابِعِ عَشْرٌ عَشْرٌ .

''انگلیوں میں دس دس اونٹ (دیت) ہے۔''

(سنن أبي داوٗد: 4562، سنن النّسائي: 4855، وسندهٗ حسنٌ)

❁ اس کا ایک شاہد بھی ہے۔

(سنن أبي داوٗد: 4556، سنن ابن ماجه: 2654، السّنن الکبرٰی للبیهقي: 92/8)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ سَوَاءٌ، وَجَمَعَ بَيْنَ إِبْهَامِهٖ وَخِنْصَرِهٖ، يَعْنِي فِي الدِّيَةِ .

''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کو اکٹھا کر کے فرمایا: ان دونوں کی دیت برابر ہے۔''

(صحيح البخاري : 6895)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ سَوَاءٌ وَّهٰذِهٖ وَهٰذِهٖ سَوَاءٌ الْخِنْصَرُ وَالْإِبْهَامُ، وَالضِّرْسُ وَالثَّنِيَّةُ .

''یہ اور یہ یعنی انگوٹھا اور چھوٹی انگلی برابر ہیں، یہ اور یہ یعنی ڈاڑھ اور سامنے والا دانت (دیت میں) برابر ہیں۔''

(صحيح البخاري : 6895)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِي الْأَصَابِعِ عَشْرٌ عَشْرٌ وَّفِي الْمَوَاضِحِ خَمْسٌ خَمْسٌ .

''انگلیوں میں دس دس اونٹ (دیت) ہے اور مواضح (ایسا زخم جس سے ہڈی ننگی ہو جائے) کی دیت پانچ پانچ اونٹ ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 4566، سنن النّسائي : 4856، سنن التّرمذي : 1390، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۸۵) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(سوال): دستاویزات کے آخر میں انگوٹھے کا نشان لگانا کیسا ہے؟

(جواب): انگوٹھے کے نشان امتیاز کے لیے ہوتے ہیں، ایسا کرنا جائز ہے۔ آج کل جدید بائیومیٹرک نظام ہے، جس نے جانچ پڑتال کے لیے بہت سہولت فراہم کی ہے۔

(سوال): نبی کریم ﷺ کے ذکر پر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کی اطاعت وفرماں برداری کی جائے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے خطبہ میں فرمایا تھا:

أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ؛ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ.

”میری اطاعت اس وقت تک کرنا، جب تک میں اللہ اور رسول کی اطاعت کروں۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں، تو آپ پر میری اطاعت نہیں۔“

(السّيرة لابن هشام : 82/6، وسندهٗ حسنٌ)

ہمارا فرض بنتا ہے کہ غلو و تقصیر سے بچتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کو حرز جان بنائیں۔ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے آپ ﷺ کی عزت و توقیر بجا لائیں۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) نے کیا خوب فرمایا ہے:

”تعظیم میں حد سے بڑھنا ممنوع ہے، جبکہ ادب اور توقیر واجب ہے۔ جب اطرا اور توقیر مشتبہ ہو جائیں تو عالم کو توقف کرنا چاہیے اور رُک جانا چاہیے، جب تک کسی بڑے عالم سے دریافت نہ کر لے، تاکہ حق واضح ہو جائے، پھر وہ اس کے بارے میں بات کرے، ورنہ خاموشی بہتر ہے۔ اسے وہی توقیر کافی ہے، جسے بے شمار احادیث میں وضاحت سے بیان کر دیا گیا

ہے۔اسی طرح غلو سے اجتناب کرے،جس کا ارتکاب نصاریٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا۔وہ ان کی نبوت پر راضی نہیں ہوئے،بل کہ انہیں الٰہ اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت وصمدیت میں نقب لگایا۔یوں وہ گمراہ اور ناکام ہو گئے۔اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں حد سے بڑھنا اللہ کی گستاخی کی طرف لے جاتا ہے۔ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تقویٰ کی بدولت ہمیں بچالے اور جیسے اسے پسند ہے، ہمارے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راسخ فرمادے۔''

(میزان الاعتدال : 650/2)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سن کر انگوٹھے چومنا بھی غلو ہے،اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔اگر یہ نیکی کا کام ہوتا یا شریعت کی رُو سے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر ہوتی،تو صحابہ کرام اور ائمہ عظام اس کو اپناتے۔وہ سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے تھے۔کسی ثقہ امام سے اس کا جواز یا استحباب منقول نہیں،لہٰذا یہ دین نہیں، بلکہ دین کی خلاف ورزی ہے۔

یہ کہنا کہ ممانعت کی صریح دلیل نہیں،اس لیے ناجائز و بدعت نہیں کہنا چاہیے،تو اہل علم اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔عبادات اور دین کے متعلق احکام اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کیے جاتے ہیں،ممانعت نہ وارد ہونے کی وجہ سے نہیں۔اگر یہ قاعدہ مان لیا جائے کہ ممانعت وارد نہیں ہوئی،لہٰذا یہ کام جائز ہے،تو دنیا کی ہر بدعت اس میں سما جائے گی،کسی بھی کام کو بدعت کہنے کا جواز ہی نہیں رہے گا۔

اگر کوئی عید الفطر سے پہلے اذان کہے،اس کے بارے میں ممانعت نہیں ہے،تو کیا یہ مستحب کا درجہ پالے گی؟

❁ علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ (٦٦٥ھ) فرماتے ہیں:

''جو کسی کام کو مشروع سمجھ کر کرتا ہے، جبکہ وہ مشروع نہیں ہوتا، تو وہ دین میں غلو کرتا ہے، بدعت ایجاد کرتا ہے اور زبانِ قال یا زبانِ حال سے اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔''

(الباعث علی إنكار البِدَع والحَوادث، ص 20-21)

یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کے ذکر پر انگوٹھے چومنے کے متعلق جتنے دلائل پیش کیے جاتے ہیں، سب ضعیف و باطل ہیں۔

(سوال): نبی کریم ﷺ کی کنیت پر ''ابوالقاسم'' کنیت رکھنا کیسا ہے؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کے نام پر نام اور کنیت پر کنیت رکھنا مختلف فیہ مسئلہ رہا ہے، آیئے اسے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي .

''میرا نام رکھ سکتے ہو، کنیت نہیں۔''

(صحيح البخاري : 6187، صحيح مسلم : 2133)

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنْ وُلِدَ لِي مِنْ بَعْدِكَ وَلَدٌ أُسَمِّيهِ بِاسْمِكَ وَأُكَنِّيهِ بِكُنْيَتِكَ؟ قَالَ : نَعَمْ .

''اللہ کے رسول! اگر آپ کے بعد میرے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو، کیا میں اس کا نام اور کنیت آپ کے نام اور کنیت پر رکھ سکتا ہوں؟ فرمایا: جی ہاں۔''

(سنن أبي داود : 4967، سنن التّرمذي : 2843، السنن الكبرٰی للبيهقي : 309/9، وسندهٗ حسنٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ (۳۰۹/۴) نے امام بخاری وامام مسلم کی شرط پر''صحیح'' کہا ہے،حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

۞ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ عِنْدَنَا صَحِيحٌ سَنَدُهٗ .

''ہمارے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔''

(تهذيب الآثار [مسند طلحة بن عبيد اللّٰه]: 690)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''قوی'' کہا ہے۔

(فتح الباري: 573/10)

۞ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَمْ أَعْنِكَ قَالَ: سَمُّوا بِاسْمِي، وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي .

''بقیع میں ایک آدمی نے صدا لگائی: اے ابوالقاسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف التفات فرمایا، کہنے لگا: میں نے آپ کو آواز نہیں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے نام پر نام رکھ لو،لیکن کنیت نہیں۔''

(صحيح البخاري: 2121)

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

''امام حمید بن زنجویہ رحمہ اللہ کتاب الادب میں فرماتے ہیں: میں نے ابن ابی

اویس رحمہ اللہ سے پوچھا: امام مالک رحمہ اللہ کا اس شخص کے متعلق کیا فتویٰ تھا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور کنیت دونوں رکھے؟ تو انہوں نے ایک شیخ کی طرف اشارہ کیا، جو ہمارے ساتھ ہی بیٹھے تھے کہ یہ محمد بن مالک ہیں، امام مالک رحمہ اللہ نے ان کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھی ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ ممانعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں تھی، کہیں کسی کو محمد یا ابو القاسم کہہ کر آواز دی جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم التفات فرمالیں، لیکن اب کوئی حرج نہیں ہے۔ حمید بن زنجویہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کسی کو آپ کی کنیت سے پکارنا مکروہ تھا، لیکن نام سے پکارنا مکروہ نہیں تھا، کیونکہ کوئی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے نام سے نہیں پکار سکتا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے، تو یہ کراہت ختم ہو گئی، آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اجازت دی تھی کہ اگر ان کے ہاں بعد میں کوئی بچہ پیدا ہو، تو اس کا نام اور کنیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور کنیت پر رکھ سکتے ہیں۔''

(السّنن الکبرٰی: 310/9)

عہد نبوی میں ابو القاسم کنیت رکھنا منع تھا۔ اس ممانعت کی وجہ حدیث میں مذکور ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات ہوئی، تو وہ علت ختم ہو گئی، لہٰذا ممانعت بھی ختم ہو گئی۔ اب ابو القاسم کنیت رکھنا مطلقا جائز ہے، نام محمد ہو یا کوئی اور ہو۔

❀ فقہ حنفی کے معتبر فتاویٰ میں لکھا ہے:

مَنْ كَانَ اسْمُهٗ مُحَمَّدًا، لَا بَأْسَ بِأَنْ يُكْنٰى أَبَا الْقَاسِمِ .

''جس کا نام محمد ہو، اسے اپنی کنیت ابو القاسم رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(فتاویٰ عالمگیری: ۳۶۲/۵)

سوال: نماز میں امام کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں امام کی اقتدا واجب ہے، امام سے آگے بڑھنا جائز نہیں۔ مقتدی کے لیے ضروری ہے کہ تمام ارکان و اعمال میں امام کی اقتدا کرے، یعنی نماز شروع کرنے، رکوع جانے، رکوع سے سر اٹھانے، سجدہ کرنے یا سجدہ سے اٹھنے، نیز سلام پھیرنے وغیرہ جیسے تمام ارکان و اعمال میں امام سے آگے نہ بڑھے، ورنہ سخت وعید کا مستحق ہوگا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَا يَخْشٰى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ وَالْإِمَامُ سَاجِدٌ أَنْ يُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَأْسَهٗ رَأْسَ حِمَارٍ أَوْ صُورَتَهٗ صُورَةَ حِمَارٍ؟ .

”جو امام سے پہلے سجدے سے سر اٹھاتا ہے، کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالی اس کا سر گدھے کے سر جیسا کر دے یا اس کی شکل گدھے کی شکل میں تبدیل کر دے؟“

(صحيح البخاري :691، صحيح مسلم : 427)

یاد رہے کہ تسبیحات، تحمیدات اور نماز کی دعاؤں وغیرہ میں امام سے سبقت بھی جائز ہے، مثلاً اگر کوئی دعائے استفتاح یا ثناء امام سے پہلے مکمل کر لے یا سورت فاتحہ کی قرأت امام سے پہلے کر لے، تو ایسا کرنا جائز ہے، یہ عمل امام کی اقتدا کے منافی نہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَاقْرَأْ بِهَا وَاسْبُقْهُ .

”جب امام سورت فاتحہ پڑھے تو آپ بھی پڑھیے اور امام سے سبقت لے جایئے۔“

(جزء القراءة للبخاري : 146، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کا فعل واجب الاتباع ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا قول، فعل اور تقریر حجت اور واجب الاتباع ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ، قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾(آل عمران : ۳۱)

''نبی! کہہ دیجئے، اگر آپ اللہ سے محبت کرتے ہیں، تو میرا اتباع کیجئے، اللہ آپ سے محبت کرے گا اور آپ کے گناہ معاف کر دے گا، اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور مہربان ہے، کہہ دیجئے! اللہ اور رسول کی اطاعت و فرماں برداری کریں، اگر انہوں نے آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی ہے تو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں رکھتا۔''

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م:۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''ہر شخص، جو اللہ سے محبت کا دعوی کرتا ہے اور نبی ﷺ کے طریقے کی پیروی نہیں کرتا، اس آیت کا فیصلہ ہے کہ وہ درحقیقت اپنے دعوی میں جھوٹا ہے، جب تک نبی ﷺ کے تمام اقوال و افعال کی پیروی نہیں کرتا۔''

(تفسیر ابن کثیر : ۳۲/۲)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م:۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ﴾(النّور :

٦٣) ''حکم رسول کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے۔'' یہاں مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ کے امر سے مراد آپ کا راستہ، منہج، طریقہ اور شریعت ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال ہی میزان ہیں، جو قول و فعل آپ کے موافق ہو، قبول کیا جائے گا اور جو خلاف ہو، وہ اس کے قائل وفاعل پر لوٹا دیا جائے گا، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔'' (تفسیر ابن کثیر : ٦/٩٠)

سوال: امام بھول کر پانچ رکعت پڑھا دے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر امام بھول کر چار کے بجائے پانچ رکعت پڑھا دے، تو سجدۂ سہو لازم ہے، نماز مکمل ہو جائے گی۔ پانچ رکعت پڑھانے سے پوری نماز باطل نہیں ہوتی۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کسی کو نماز میں شک ہو جائے کہ تین (رکعتیں) ہوئی ہیں یا چار، تو وہ کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لے، تاکہ شک والی رکعت اضافی ہو جائے، پھر سلام سے پہلے دو سجدہ سہو کر لے، اگر اس نے پانچ رکعت پڑھ لی ہیں، تو یہ سجدے انہیں جفت بنا دیں گے اور اگر چار ہی پڑھی ہیں، تو شیطان کو ذلیل کر دیں گے۔''

(صحیح مسلم :571)

❁ ابراہیم بن سوید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''علقمہ رحمہ اللہ نے انہیں پانچ رکعات نماز پڑھا دی، لوگوں نے کہا: اے ابوشبل! آپ نے نماز میں اضافہ کر دیا ہے، انہوں نے کہا: میں نے تو اضافہ نہیں کیا، لوگوں نے کہا: آپ نے اضافہ کیا ہے، ابراہیم کہتے ہیں: میں نے بھی مسجد کی ایک طرف سے کہا: جی ہاں! (آپ نے اضافہ کیا ہے) علقمہ رحمہ اللہ کہنے لگے:

او کانے! تو بھی یہی بات کہتا ہے؟ چنانچہ انہوں نے مڑ کر دو سجدے کیے۔ پھر انہیں بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں پانچ رکعتیں پڑھا دی تھیں، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے بیٹھے بیٹھے دو سجدے کیے، پھر فرمایا: میں بھی انسان ہوں، جس طرح آپ بھولتے ہیں، میں بھی بھول جاتا ہوں۔''

(صحیح مسلم: 572)

سوال: نماز جنازہ میں پانچ تکبیرات کہنا کیسا ہے؟

جواب: نماز جنازہ میں پانچ تکبیرات بھی ثابت ہیں۔ (مسلم: ۹۵۷) اس صورت میں چوتھی تکبیر کے بعد بھی میت کے لیے دعائیں مانگی جائیں گی۔

سوال: کیا تکبیرات عیدین میں مقتدی بھی رفع یدین کریں گے؟

جواب: جی ہاں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو دونوں ہاتھوں کو بلند فرماتے، حتی کہ جب وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے، تو آپ ﷺ اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب رکوع کا ارادہ فرماتے، تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے، حتی کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے، اسی حالت میں آپ اللہ اکبر کہتے۔ پھر رکوع فرماتے۔ جب آپ رکوع سے اپنی کمر اٹھانے کا ارادہ فرماتے، تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے، پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے۔ پھر سجدہ کرتے، لیکن سجدے میں رفع الیدین نہیں فرماتے تھے، البتہ ہر رکوع اور رکوع سے پہلے ہر تکبیر پر رفع الیدین فرماتے تھے، حتی کہ اسی طرح آپ کی نماز مکمل ہو جاتی۔''

(سنن أبي داوٗد : ۷۲۲، المنتقٰی لابن الجارود : ۱۷۸، والسیاق لہٗ، وسندہٗ حسنٌ)

رکوع سے پہلے کہی جانے والی ہر تکبیر پر رسولِ اکرم ﷺ رفع الیدین فرماتے تھے۔ تکبیراتِ عیدین بھی چونکہ رکوع سے پہلے ہوتی ہیں، لہٰذا ان میں رفع الیدین کرنا سنتِ نبوی سے ثابت ہے، ائمہ اہل سنت کا بھی یہی مؤقف ہے۔ اور یہ سنت امام اور مقتدی دونوں کے لیے ہے، کیونکہ مقتدی کے لیے استثنیٰ ثابت نہیں۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے نماز شروع کرتے، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنے کو سنت بنایا ہے۔ یہ ساری صورتیں قیام کی حالت میں تکبیر کی ہیں۔ لہٰذا جو بھی شخص قیام کی حالت میں تکبیر کہے گا، وہ اسی سنت سے استدلال کرتے ہوئے رفع الیدین کرے گا۔'' (الأوسط : ۲۸۲/٤)

سوال: کیا تحمل حدیث کے لیے بالغ ہونا شرط ہے؟

جواب: تحمل حدیث کے لیے بلوغت شرط نہیں، عاقل اور سمجھدار ہونا کافی ہے، بہت سے صحابہ سے ایسی احادیث منقول ہیں، جو انہوں نے نابالغی کی عمر میں سنی تھیں۔

سوال: ٹیک لگا کر کھانا کیسا ہے؟

جواب: مستحب یہ ہے کہ کھاتے پیتے وقت ٹیک نہ لگائی جائے۔

❀ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے ایک شخص سے فرمایا:

لَا آكُلُ وَأَنَا مُتَّكِيءٌ .

''میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔''

(صحيح البخاري : 5399)

سوال: دینی کاموں پر اجرت لینا کیسا ہے؟

جواب: قرآنِ مجید کی تعلیم اور دینی اُمور پر اُجرت شرعاً جائز ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر کوئی شخص دینی تعلیم بغیر معاوضہ طے کیے فراہم کرے اور لوگ اپنی خوشی سے تحفۃً اس کی خدمت کریں، تو وہ اُجرت نہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ بھی مُعلّمِ کائنات تھے۔ آپ ﷺ کو بھی تحفے پیش کیے جاتے تھے اور آپ ﷺ انہیں قبول فرمایا کرتے تھے۔ اسی لیے امتِ مسلمہ نے اجماعی طور پر ان تحائف کے جائز ہونے کا فیصلہ دیا ہے۔ موجودہ دَور میں بھی اہل علم کی مالی خدمت اکثر اسی زمرے میں آتی ہے۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵٦ھ) فرماتے ہیں:

''قرآنِ کریم اور حدیث کی تعلیم پر ماہانہ یا یک مشت اُجرت لینا سب جائز ہے۔ نیز دَم کرنے، مصاحف (قرآنِ کریم) لکھنے اور کتبِ احادیث کی کتابت کرنے کی اُجرت بھی جائز ہے، کیوں کہ اس سے ممانعت کی کوئی دلیل (وحی الٰہی میں) وارد نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس اس کا جواز ثابت ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی سند سے ہمیں بیان کیا گیا ہے۔''

(المحلّٰی بالآثار : 18/7)